ہوتا ہے۔ یہ فرق مہذب اور غیر مہذب دونوں اقوام میں مشترک ہے۔ عورت کے جسم کے ثقل کا اوسط مرد کے جسم کے ثقل کے اوسط سے ۴½ کیلوگرام کم ہوتا ہے۔ قلب جو قوت کا مرکز ہے، وہ بہ نسبت مرد کے عورت میں چھ ڈرام ہلکا ہوتا ہے۔ اسی طرح مرد کا پھیپڑا عورت کی بہ نسبت زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد ایک گھنٹہ میں گیارہ ڈرام کاربن جلاتا ہے مگر عورت صرف چھ ڈرام سے کچھ زائد۔ اسی وجہ سے عورت کا درجۂ حرارت مرد کے درجۂ حرارت سے کم ہوتا ہے۔ عورت کے حواس خمسہ مرد کے حواس سے ضعیف ہوتے ہیں، ایک مخصوص فاصلہ سے وہ لیمن کے عطر کی خوشبو اسی وقت سونگھ سکتی ہے جب کہ وہ اس مقدار سے دوگنی ہو جسے مرد اتنے فاصلہ سے سونگھ سکتا ہے۔ اسی طرح مرد کی قوت ذائقہ وسامعہ عورت کی بہ نسبت قوی ہوتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جس قدر ماہرین اصوات وناقدین اطعمہ ہیں وہ سب مرد ہی ہیں۔ مرد کی قوت لامسہ بھی عورت کی بہ نسبت تیز ہوتی ہے۔ پروفیسر لومبرزو غیرہ کی رائے ہے کہ عورت مرد کی بہ نسبت رنج والم کو اسی لیے زیادہ برداشت کر سکتی ہے کیونکہ اسے اس کا احساس کمتر ہوتا ہے۔[۱]

(۲) عورت کا وجدان، اس کی عقل کی طرح ہمارے وجدان سے ضعیف ہے اور اس کے اخلاق کی افتاد ہمارے اخلاق کی افتاد سے مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف اشیاء کے حسن و قبح کے متعلق اس کی رائے مرد کی رائے سے متفاوت ہوتی ہے۔ اس کی سیرت کا بغور مطالعہ کیجیے، آپ اسے میانہ روی سے الگ، افراط یا تفریط کی راہ اختیار کرتے پائیں گے کیونکہ عدم تساوی اس کی سرشت ہے اور وہ حقوق و فرائض میں توازن قائم نہیں رکھ سکتی۔[۲]

(۳) مرکز ادراک میں عورت پر مرد کی فضیلت بھی مخفی نہیں، جیسا کہ علم النفس میں ثابت ہو چکا ہے یہ مشاہدہ ہے کہ مرد اور عورت کی ہڈی کے گودے میں مادہ اور شکل کے لحاظ سے نمایاں فرق ہوتا ہے۔ مرد کا گودا عورت کے گودے سے اوسطاً ۱۰۰ ڈرام زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح گودے کا جوہر سنجابی (جو مرکز

---

[۱] دائرۃ المعارف فرید وجدی جلد ہشتم باب "م"۔ [۲] ابتکار النظام از برودن بحوالہ دائرۃ المعارف۔

ادراک ہے)، عورت میں مرد کی بہ نسبت کم ہوتا ہے لیکن اس کی بجائے مرکز اشتعال و ہیجان عورت میں زیادہ بہتر بناوٹ کے ہوتے ہیں۔

پروفیسر دہ فارینی، گریٹ انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے "یہ امور نفسیاتی اعتبار سے نوع انسانی کی دونوں صنفوں کے ممیزات کے عین مطابق ہیں، ان ہی وجوہات سے مرد میں عقل و ادراک کا مادہ اور عورت میں انفعال اور تہیج کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے[1]۔

(۴) عورت کی ترکیب جسمانی بچہ کی ترکیب جسمانی سے ملتی جلتی ہے۔ وہ بچہ کی طرح، خوشی، غم اور خوف وغیرہ سے بہت جلد اثر پذیر ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ یہ موثرات عورت کے تصور پر اثر ڈالتی ہے۔ تعقل سے ان کا علاقہ نہیں ہوتا، اس لیے ان کا اثر بھی دیرپا نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عورت بچہ کی طرح متلون المزاج ہوتی ہے[2]۔

مذکورۂ بالا تفصیل سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ عورت کو اپنے ضعف جسمانی کی وجہ سے زندگی کے مصائب و آلام کا زیادہ مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور وہ جلد جلد بیماریوں کا شکار ہوتی رہتی ہے۔ پھر حمل و وضع حمل اور رضاعت کے وظائف تو مستقلاً اس کی ذات سے وابستہ ہیں جن سے اسے کسی صورت میں چارہ کار نہیں (کہ جنس انسانی کی فقط بقا ہی اس وظیفہ پر منحصر ہے)

اس لیے کسی رواج اور دستور کی بناء پر نہیں، منشاء فطرت اور اقتضاء قدرت کے مطابق عورت کا دائرۂ عمل اس کے گھر کی چہار دیواری تک محدود ہونا چاہیے، اور گھر سے باہر کے مشاغل جو طاقت و محنت اور جد و جہد کے طالب ہیں اور جن کے لیے عقل و فہم اور تدبر و تفکر درکار ہے، مرد سے متعلق ہونا چاہییں۔

اب عصر قدیم کی تفریط کے مقابلہ میں ذرا عہد حاضر کی افراط ملاحظہ فرمائیں کہ یوروپ و امریکہ

---

[1] دائرۃ المعارف فرید وجدی جلد ۸، باب م م [2] انسائیکلوپیڈیا نائینٹینتھ سنچری بحوالہ الاسلام روح المدنیہ۔

ہیں عورت کو حقوق دیے جارہے ہیں تو اس طرح اندھا دھند کہ ان کے صنفی ممیزات اور طبعی خصائص کا بھی کچھ خیال نہیں کیا جاتا۔ "صنفِ نازک" کی نزاکت کا خیال کیے بغیر اُسے گھسیٹ کر جدوجہدِ حیات کے میدان میں اُسے مرد کے شانہ بشانہ لاکر کھڑا کر دیا گیا ہے۔

ذرا یورپ یا امریکہ کے کسی کارخانہ میں جائیے، تو وہاں آپ دیکھینگے کہ سیکڑوں عورتیں اپنے نازک کاندھوں پر بھاری بھاری بوجھ ڈھو کر لا رہی ہیں اور تپتی ہوئی جہنم نما بھٹیوں کے سامنے اُن کے پھول سے رخسار تمتما اُٹھے ہیں۔ پھر اگر آپ ان سے معلوم کریں کہ انہیں اس محنت شاقہ کا معاوضہ کیا ملتا ہے۔ تو آپ کو سیکڑوں بلکہ ہزاروں کی زبان سے یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ ان کی روزانہ مزدوری ایک فرانک سے زیادہ نہیں جو اِن گران ممالک میں پیٹ بھرنے کے لیے بھی کافی نہیں۔

علامہ تقی الدین ہلالی جو آج کل جرمنی میں پروفیسر ہیں اپنے ایک تازہ مضمون میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے وہاں کچھ عورتوں سے سوال کیا کہ وہ مغربی عورتوں کی "آزاد" زندگی کو مشرقی عورتوں کی پابند زندگی کے مقابلہ میں کیسا سمجھتی ہیں۔ تو اُن کا جواب یہ تھا کہ مشرقی خاتون کی زندگی مغربی لیڈی کی زندگی سے بہر کیف بہتر ہے[۱]۔

اس صورت حالات کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مغربی عورت بقائے نسل انسانی کے اہم ترین فریضہ سے غافل ہو گئی ہے۔ عورتیں بالعموم شادی نہیں کرتیں اور اگر کرتی ہیں تو اس وعدہ پر کہ اولاد پیدا نہ کرینگی، کیونکہ اولاد کی پیدائش اُن کے کاروبار میں حائل ہوتی ہے۔ اس لیے یوروپ کے اکثر ممالک کی آبادی روز بروز کم ہوتی جارہی ہے۔ چنانچہ فرانس اور جرمنی وغیرہ میں وہاں کی حکومتوں کی طرف سے ترغیب ازدواج کی مختلف کوششیں عمل میں لائی جارہی ہیں۔ مگر افسوس کہ یہ کوششیں بھی شرمندۂ کامیابی نہیں ہوتیں[۲]۔

۱؎ الفتح قاہرہ (۲۲ محرم ۵۸ھ) ۲؎ محمد المثل الکامل ۳۷

صنفی اقتضاءات کی تکمیل کے جائز ذرائع سے اعراض، اور زندگی کے مختلف میدانوں میں عورتوں اور مردوں کے آزادانہ اختلاط کا نتیجہ فحش و بدکاری کی عام اشاعت بھی ہے۔ ہوٹلوں میں خدمتگاری، ہسپتالوں میں تمریض، تھیٹروں میں تمثیل عورتوں کے لیے مخصوص ہو کر جگہ جگہ بے حیائی کے اڈے قائم ہو رہے ہیں۔ تعلیم گاہوں اور دارالاقاموں میں مشترک تعلیم اور مشترک تربیت جاری کر کے شادی سے پہلے ماں باپ بننے کے مواقع بہم پہنچائے جا رہے ہیں۔ عورت آزاد ہے کہ وہ رات کو جس وقت تک چاہے باہر رہے، جس کے ساتھ چاہے سنیما دیکھے جس کے ساتھ چاہے بال روم میں ناچے۔ شوہر اپنی بیوی کے اور باپ اپنی بیٹی کے ان "پرائیویٹ" معاملات میں دخل انداز نہیں ہو سکتا۔ علامہ تقی الدین ہلالی یورپ کی نسوانی زندگی سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں[1]۔

جرمنی میں لڑکی اعلیٰ تعلیم پانے کے لیے اپنے وطن سے باہر کسی شہر میں جہاں کالج ہو چلی جاتی ہے یہ انتخاب لڑکی کی اپنی مرضی سے متعلق ہے کہ وہ جس شہر کو، جس کالج کو، اور جس فن کو چاہے منتخب کرے والدین کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں۔ ان کا فرض بس اس قدر ہے کہ وہ ماہ بماہ اخراجات بھیجتے رہیں چنانچہ لڑکی اپنے ماں باپ سے جدا ہو کر کسی کالج میں لڑکوں کے پہلو بہ پہلو تعلیم حاصل کرتی ہے اور جس نوجوان کو پسند کرے اُس کے ساتھ تماشا گاہوں میں تفریح کرتی ہے، رقص گاہوں میں ناچتی ہے اور رات میں، دن میں خلوت میں جلوت میں، شہر میں اور شہر سے باہر گلچھرے اُڑاتی ہے۔

پھر علامہ ممدوح اسی سلسلہ میں ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس مکان میں میں مقیم تھا اُس کی مالکہ ایک دن مجھ سے کہنے لگی کہ فلاں "طالبہ" کا کیریکٹر بہتر نہیں۔ میں نے کہا کیوں؟ تو جواب دیا دیکھیے تو سہی صرف ایک سال میں چار لڑکوں سے دوستی گانٹھ چکی ہے اور ہر ایک کو اپنا منگیتر بتاتی رہی ہے۔ میں نے ان جان بن کر پوچھا۔ مگر اس کی ذمہ داری لڑکی پر کیا ہے۔ ان لڑکوں نے ہی اس سے وعدہ کر کر کے دھوکا دیا ہوگا۔ اس نے جواب دیا ممکن ہے، مگر عقلمند لڑکی کو سچے اور جھوٹے

[1] الفتح قاہرہ (۲۲۔ محرم ۱۳۵۷ھ)

سنگریزوں میں تمیز کرنا چاہیے"

الغرض اس "آزادی" کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ میں خانگی زندگی برباد ہوگئی ہے، عورت اور مرد عشرتِ ازدواج کو بھول گئے ہیں۔ یورپ کے ممتاز مفکرین ازدواجی زندگی کی اس المناک تباہی سے بیحد متاثر نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جرمنی کا مشہور فلسفی شوپنہار لکھتا ہے:۔

"ہماری آرزو ہے کہ یورپ جنس انسانی کی صنفِ لطیف کے بارہ میں مرکزِ طبعی کی طرف لوٹ جائے اور اس "لیڈی" کے وجود کو ختم کردے جس نے تمام ایشیا کو ہنسا رکھا ہے۔ اگر یونان وروما کے قدیم باشندوں کو اس کا علم ہوتا تو وہ بھی اس کا مذاق اڑائے بغیر نہ رہتے۔ اس قسم کی اصلاح ہمارے تمدنی اور سیاسی حالات کی تنظیم کے سلسلہ میں ایک اہم قدم ہوگا۔"[1]

پروفیسر جول سیمن لکھتا ہے:۔

"عورتیں آج کل کارخانوں اور محکموں میں کام کررہی ہیں، اس طرح وہ کچھ روپے ضرور کما لیتی ہیں۔ لیکن اس کے عوض انہوں نے گھریلو زندگی کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے بے شک مردوں کو ان کی کمائی سے کسی قدر نفع ہوا مگر اس کے ساتھ ہی عورتوں کے مقابلہ کی وجہ سے ان کے لیے روزگار کم ہوگئے۔"

اوجسٹ کاونٹ "نظام سیاسی" میں لکھتا ہے:۔

"حتی الامکان عورتوں کی زندگی گھریلو ہونی چاہیے۔ انہیں گھر سے باہر کے کام سے الگ رکھنا مناسب ہے، تاکہ وہ اپنے مخصوص "فرائض محبت" ادا کرسکیں جن کی اس سے توقع کی جاسکتی ہے۔"[2]

دینِ فطرت کا اعتدال

دینِ فطرت نے مرد وعورت کے تعلقات اور فرائض کے متعلق افراط وتفریط کے طریقوں سے

[1] کلمۃ عن النساء، معرب حسن ریاض مصری۔ [2] الاسلام روح المدنیہ

بیچ کر وہی فطری شاہراہ اختیار کی ہے جو انسانی زندگی کی کامیابی و شگفتگی پر منتج ہے۔ اسلام مرد اور عورت دونوں کو ان کے جائز حقوق عطا کرتا ہے، دونوں کے فطری رجحانات کے مطابق ان کے فرائض کی تعیین کرتا ہے اور حسن معاشرت کے ان زریں اصول کی تلقین کرتا ہے جن پر کاربند ہو کر وہ کامیاب و بامراد ازدواجی زندگی بسر کرسکیں۔ اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

مراتب زوجین

اسلام مرد اور عورت کو مرتبۂ انسانیت میں برابر قرار دیتا ہے، ایک کو دوسرے کا دلدار و غمگسار اور پردہ پوش قرار دیتا ہے۔

(۱) واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا ۝ اور اللہ نے تمہارے واسطے، تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں

(۲) ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ۝ خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے (تمہاری) بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے آرام حاصل کرو اور تم میں آپس میں محبت و اخلاص عطا کیا۔

(۳) ھن لباس لکم وانتم لباس لھن عورتیں تمہاری پردہ پوش ہیں اور تم عورتوں کے پردہ پوش

پھر اس تعلق کو اسلام اسی زندگی پر ختم نہیں کرتا، بلکہ اُسے دائمی قرار دیتا ہے اور اس کی حدود کو اخروی زندگی تک وسیع کرتا ہے۔

ھم وازواجھم فی ظلل علی الارائک متکئون ۝ وہ (جنتی) اور ان کی بیویاں (جنت کے سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔

بااین ہمہ قوائے جسمانی و عقل کے تفوق کے لحاظ سے عورت پر مرد کی جزوی برتری کا اظہار اور کسب معاش جیسے اہم فرض کا ذمہ دار ہونے کی بنا پر اس کی سرپرستانہ حیثیت کا اعلان بھی کرتا ہے۔

(۱) الرجال قوامون علی النساء بما فضل مرد عورتوں کے نگراں ہیں بسبب اس کے کہ اللہ نے بعض

اللہ بعضھم علیٰ بعض و بما انفقوا من اموالھم — بنی آدم (مردوں) کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے بھی کہ اُنہوں نے عورتوں پر اپنا مال خرچ کیا ہے۔

(۲) ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف و للرجال علیھن درجہ — اور عورتوں کا حسن سلوک کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر، اور مردوں کو عورتوں پر (مرتبہ میں) فوقیت حاصل ہے۔

مگر یہ فرق مراتب ازدواجی زندگی کے دنیوی حصّہ تک ہی محدود ہے آخرت میں دونوں کے مدارج میں کوئی فرق نہیں۔

ومن یعمل من الصّٰلحٰت من ذکر او انثیٰ وھو مومن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا ہ — اور جو اچھے عمل کرینگے مرد ہوں یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہوں، تو وہ جنت میں داخل ہونگے اور اُن پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائیگا۔

حقوقِ شوہر

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :-

(۱) لوکنت اٰمرًا احدًا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجھن ما جعل اللہ لھم علیھن من الحق ۔ (ابوداؤد) — اگر میں کسی (مخلوق) کو حکم دیتا کہ وہ کسی (مخلوق) کو سجدہ کرے تو یقیناً میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ مردوں کو سجدہ کریں اس حق کی بنا پر جو اللہ نے مردوں کا عورتوں پر قائم کیا ہے۔

(۲) لایحل لامراۃ ان تصوم وزوجھا شاھد الا باذنہ (صحیحین) — عورتوں کو جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں (نفلی) روزہ بغیر اُس کی اجازت کے رکھے۔

واضح رہے کہ یہ حکم محض نفل روزہ کے متعلق ہے، فرض روزہ میں اس اجازت کی حاجت نہیں کہ (لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق)

(۳) اذا الرجل دعا زوجتہ لحاجتہ فلتأتہ — جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنے کسی کام کے لیے بلائے
وان کانت علی التنور (ترمذی) — تو وہ ضرور آئے خواہ چولھے پر بیٹھی ہو۔
(۴) ایما امراۃ ماتت وزوجھا عنھا راض — جو عورت اس حال میں مرے کہ اُس کا شوہر اس سے
دخلت الجنۃ (ترمذی) — راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خوش نصیب عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو خوش رکھے اُس کا احترام کرے، اس کی اطاعت کرے، اس کے مال کی حفاظت کرے اور اُسے بیدردی سے خرچ نہ کرے (تلخیص الصحاح)

غزوۂ بدر کے بعد جب سرکار نامدار نے اپنی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ کا جو ایک روایت کے مطابق سیدۃ نساء الجنۃ (جنت کی عورتوں کی سردار) ہیں حضرت علیؓ سے نکاح کیا تو آپ نے وداع کے وقت انہیں جو نصیحتیں فرمائیں اُن میں سے بعض یہ ہیں۔

"اے فاطمہ! علی کے گھر جاکر، پہلے بسم اللہ پڑھنا، ہمیشہ پاک کپڑے پہننا، آنکھوں میں سُرمہ لگانا، ہر کام سلیقہ سے کرنا، علی کی تابعداری کرنا، ہمیشہ خوشبو کا استعمال کرنا، گھر کو صاف ستھرا رکھنا[۱]

شوہر کی اطاعت کے ساتھ شوہر کی محبت بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا "وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ" سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ جب حضور سفر میں تشریف لیجاتے تو آپ کے بخیر واپس تشریف لانے کی دُعائیں مانگا کرتی تھیں، اور جب حضور واپس تشریف لے آتے تو شکریہ کے نوافل پڑھتی تھیں[۲]

احادیث وسیر کی کتابوں سے بے شمار ایسی صحابیات کے حالات معلوم ہوتے ہیں جو اپنے شوہروں پر پروانہ وار قربان ہوتی تھیں۔ حضرت حمنہ بنت جحش کے شوہر کسی جہاد میں شہید ہوگئے، جب

[۱] [۲] طبقات ابن سعد۔

انہیں اپنے شوہر کی شہادت کی خبر ملی تو فرطِ محبت سے بے اختیار چیخ نکل گئی (ابن ماجہ)

حضرتِ زینب کے شوہر ابوالعاص بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے اُن کے پاس آنحضرت کا دیا ہوا ایک ہار تھا جسے وہ بہت عزیز رکھتی تھیں، مگر اُنھوں نے بے تامل اس ہار کو فدیہ میں دے کر اپنے شوہر کو چھڑا لیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عاتکہ کو اپنے شوہر عبداللہ بن ابی بکر سے نہایت محبت تھی۔ جب وہ شہید ہوئے تو اُنھوں نے اُن کا نہایت دردانگیز مرثیہ لکھا[1]۔

حقوق زوجہ

قرآنِ مجید میں عورتوں کے حقوق کے متعلق کئی مقامات پر مردوں کو ہدایات فرمائی گئی ہیں۔ چند آیات مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف — اور عورتوں کا بھلائی کا حق مردوں پر ایسا ہی ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے۔

(۲) فامساک بمعروف او تسریح باحسان — پھر (طلاق رجعی کے بعد، اگر مرد عورت کو رکھنا چاہے تو) خوش خوئی کے ساتھ رکھے یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دے

(۳) وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرًا کثیرا — اور عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو، اور اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں (تب بھی صبر کرو) اس لیے کہ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں تمہارے لیے بہت بہتری کر دے۔

عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت اور اچھے سلوک کی تلقین کتب احادیث میں بھی جا بجا نظر آتی ہے۔ چند احادیث درج ذیل ہیں۔

(۱) لا یفرک مومن مومنۃ ان کرہ منھا خلقا — کوئی مسلمان شوہر اپنی مسلمان بیوی سے بغض نہ رکھے، اگر

[1] اُسد الغابہ۔

رضی منہا آخر۔ اس کی ایک بات ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری پسندیدہ بھی ہوگی۔

(۲) خیرکم خیرکم لنسائہ وانا خیرکم لنسائی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہو، اور میں (آنحضرت صلعم) اپنی بیویوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں

(۳) ما اکرم النساء الا کریم وما اہانہن الا لئیم۔ شریف آدمی ہی عورتوں کی عزت کرتا ہے، اور ذلیل آدمی ہی ان کی توہین کرتا ہے۔

(۴) اتقوا اللہ فی ضعیفین المراۃ والرقیق دو کمزور ہستیوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، عورت کے معاملہ میں اور غلام کے معاملہ میں۔

بستر رحلت پر سرکار نامدار کی آخری وصیت جس کے بعد زبان وحی ترجمان خاموش ہوگئی، یہ تھی:۔

الصلاۃ الصلاۃ وما ملکت ایمانکم لا تکلفوھم ما لا یطیقون۔ اللہ فی النساء فانہن عوان بین ایدیکم۔ اخذتموھن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللہ۔ نماز کا خیال رکھو، نماز کا خیال رکھو اور اپنے غلاموں کا۔ ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قید ہیں اللہ کو امین بنا کر تم نے انہیں حاصل کیا ہے اور اللہ کا نام لے کر تم نے ان کی فروج کو حلال کیا ہے۔

حضور پر نور نے عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے ہی کا حکم نہیں فرمایا، بلکہ ان کے برے برتاؤ پر صبر کرنے کی بھی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

(۱) من صبر علی سوء خلق امراتہ اعطاہ اللہ من الاجر ما اعطی ایوب علی بلائہ جس شخص نے اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کیا۔ خدا تعالیٰ اس کو وہ ثواب عطا فرمائیگا جو حضرت ایوب کو ان کی مصیبت (پر صبر) پر عطا فرمایا تھا۔

(۲) ان المراۃ خلقت من ضلع لن تستقیم عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے (یعنی اس کی فطرت میں کجی ہے)

لك على طريقة . فان استمتعت بها استمتعت بها وبها عوج وان ذهبت تقيمها كسرتها وكسرها الطلاق

تمہارے ساتھ ہرگز ایک طریقہ پر سیدھی نہ رہیگی۔ اگر تم نے اس سے فائدہ اُٹھایا تو کجی ہی کی حالت میں فائدہ اُٹھالیا اور اگر تم اُسے سیدھا کرنے لگ گئے تو اُسے توڑ ڈالوگے اور اس کا توڑنا طلاق ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

وان یزید علی احتمال الاذی بالمداعبة والملاعبة والمزاح ۔ فھی التی تطیب قلوب النساء ۔ وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یمزح معھن وینزل الی درجات عقولھن فی الاعمال والاخلاق[1]۔

شوہر کو چاہیے کہ بیوی کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کے علاوہ ان کے ساتھ ہنسی مذاق بھی کرتا رہے۔ کیونکہ اس بات کو عورتیں پسند کرتی ہیں۔ خود سرکار نامدار ازواج مطہرات کے ساتھ مذاق فرمالیتے تھے اور اپنی خانگی زندگی میں اپنے افعال و عادات کو عورتوں کے مذاق کے مطابق بنالیتے تھے۔

فرائض زوجین

جیسا کہ سابق میں عرض کیا گیا، دینِ فطرت نے میدانِ زندگی میں مرد اور عورت کے لیے ان کی طبیعت اور خلقت کی خصوصیات کے پیشِ نظر جُدا جُدا راہیں مقرر کی ہیں۔ بیرونِ خانہ کی جدوجہد کا بار مرد کے کاندھوں پر رکھا گیا ہے اور اندرون خانہ کے فرائض کا انصرام عورت کے ہاتھوں میں دیا گیا ہے۔

شوہر کا فرض ہے کہ وہ بیوی کے لیے ضروریات زندگی مہیا کرے :۔

(۱) عن معاویة القشیری قلت یا رسول اللہ ماحق زوجة احدنا علیہ قال تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسبت (ابوداؤد)

معاویہ قشیری رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے۔ آپ نے جواب دیا یہ کہ جب تم خود کھاؤ تو بیوی کو بھی کھلاؤ اور جب خود پہنو تو اُسی بھی پہناؤ۔

(۲) الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی

ہاں! عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم لباس اور غذا کے معاملہ

[1] احیاء العلوم۔

کسوتھن وطعامعھن (ترمذی) میں اُن سے بہتر سلوک کرو۔

پھر اس فرض کو باحسن وجوہ ادا کرنے کی اس طرح ترغیب دلائی گئی ہے:۔

دینار انفقتہ فی سبیل اللہ، ودینار انفقتہ فی رقبۃ، ودینار انفقتہ علی اھلک اعظمھا اجرا الذی انفقتہ علی اھلک۔ — ایک دینار وہ ہے جو تم نے راہِ خدا میں صرف کیا، ایک دینار وہ ہے جو تم نے غلام کو آزاد کرنے میں صرف کیا اور ایک دینار وہ ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر صرف کیا، ان میں سب سے زیادہ ثواب اُس دینار کا ہے جو تم نے اپنے بیوی بچوں پر صرف کیا۔

بیوی امور خانگی کے انتظام، اولاد کی پرورش اور شوہر کے مال اور آبرو کی حفاظت کی ذمہ دار ہے

(۱) فالصّٰلحٰت قانتات حٰفظٰت للغیب بما حفظ اللہ — پس جو نیک عورتیں ہیں وہ اپنے شوہروں کی مطیع ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں خدا کی حفاظت سے (اُن کے مال اور آبرو کی) نگہداشت کرتی ہیں۔

(۲) کلکم راع ومسئول عن رعیتہ الامام راع ومسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ فی بیت زوجھا ومسئولۃ عن رعیتھا۔ — تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہے۔ بادشاہ ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر میں ذمہ دار ہے اور اپنی ذمہ داری کے متعلق جوابدہ ہے۔

(۳) نعم نساء قریش احناھن علی الولد وارعاھن علی الزوج۔ — قریش کی عورتیں بہت اچھی ہیں جو اور عورتوں سے زیادہ اپنے بچوں سے محبت کرتی ہیں اور شوہر کے مال ومتاع کی حفاظت کرتی ہیں

نیز اگر شوہر کو اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ خادمہ ملازم رکھ سکے تو گھر کا ہر قسم کا کام کاج خود انجام دینا عورت کو ضروری ہے

حضرت اسماء بنت ابی بکر کی شادی حضرت زبیر سے ہوئی تھی وہ اس قدر غریب تھے کہ کسی خادم

کے رکھنے کی وسعت نہ تھی حضرت اسما ران کے گھوڑے کے لیے گھانس لاتیں، اُن کی اونٹنی کے لیے گٹھلیاں جمع کرتیں، پانی بھرتیں، آٹا پیستیں، اور گھر کے دوسرے کاروبار انجام دیتیں (مسلم)

ابو داؤد نے جگر گوشۂ رسول فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کی خانگی زندگی کے حالات یہ لکھے ہیں

انھا جرت بالرحی حتی اثرت بیدھا و — چکی چلاتے چلاتے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے

استقت بالقربۃ حتی اثرت فی نحرھا و — اور مشک بھرتے بھرتے آپ کے سینہ پر نشان پڑ گئے تھے

قمت البیت حتی اغبرت ثیابھا و — جھاڑو دیتے دیتے آپ کے کپڑے غبار آلود اور ہانڈی پکاتے

اوقدت القدر حتی دکنت ثیابھا۔ — پکاتے سیاہی مائل ہو گئے تھے۔

جب ان تکالیف شاقہ کو برداشت کرتے کرتے عاجز آگئیں اور یہ معلوم کرکے کہ والد محترم کے پاس کچھ غلام آئے ہیں جو ضرورتمندوں کو تقسیم کیے جا رہے ہیں، خود بھی ایک خادم کی درخواست لے کر گئیں، تو مشفق باپ سے یہ جواب پایا:-

الا ادلکما علی خیر مما سألتما اذا اخذتما مضاجعکما فسبحا ثلاثا و ثلاثین واحمدا ثلاثا وثلاثین وکبرا اربعا و ثلاثین فھو خیر لکما من خادم۔ — جو چیز تم میاں بیوی نے مجھ سے مانگی ہے کیا اُس سے بہتر چیز تمہیں نہ بتاؤں؟ دیکھو جب تم بستر پر لیٹا کرو تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ یہ وظیفہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

خیر اندیشی اور حُسنِ سُلوک

از جناب مولوی داؤد اکبر صاحب اصلاحی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق و معرفت کی راہ کھو دینے والوں کے لیے جو نسخۂ شفا پیش کیا تھا اور جانثارانِ رسولؐ کی عملی زندگی میں جو خوبیاں بہت زیادہ نمایاں تھیں اُن میں ایک نہایت اہم کڑی ان کا یگانہ و بیگانہ سے حسنِ سلوک اور خیر اندیشی ہے، یہ کوئی بناوٹ نہیں بلکہ حقیقت ہے اور ایسی حقیقت جو کسی طرح بھی فراموش نہیں کی جاسکتی، فخرِ جن و بشرؐ اور صحابۂ کرام کی سیرت کا یہ نہایت ہی روشن باب ہے، سارا جزیرہ عرب آن کی آن میں پیغمبرِ اسلام کا کیوں گرویدہ ہوگیا؟ عرب ہی نہیں بلکہ شوکتِ عجم بھی آپ کے پائے مبارک پر کیونکر سرنگوں ہوگئی؟ حالانکہ پیغمبرِ عالم بالکل بے سروسامان تھے، موجودہ آلاتِ تسخیر میں سے کوئی آلہ بھی آپ کے پاس نہ تھا، نہ تو ٹڈی دل افواج ہی آپ کے جلو میں تھیں اور نہ مشین گنیں و زہریلی گیسیں ہی ایجاد ہوئی تھیں حمص کے عیسائیوں نے جنگ یرموک کے موقع پر گرجاؤں میں مسلمانوں کی کامیابی کے لیے دعائیں کیوں کیں؟ حالانکہ یہ جنگ ہلال و صلیب کی جنگ تھی، بیشمار قومیں خوشی خوشی مسلمانوں کے زیرِ سایہ کیوں جمع ہوگئیں؟ اور جملہ امور ان کے سپرد کیوں کر دیے؟ اِن سوالات کے جواب میں ایک متعصب عیسائی تو یہ کہیگا کہ اسلامی فتوحات یکسر مسلمانوں کی خارا شگاف تلوار کی رہینِ منت ہیں لیکن ایک یانتدار اور حق پرست بلا پس و پیش اس کی یہ وجہ بتلائیگا، چونکہ محمد عربیؐ سارے عالم کے لیے سراپا خیر و برکت تھے، اور آپ کو جو صحیفہ عطا ہوا تھا وہ عین فطرتِ انسانی تھا۔ اس لیے بلا تمیز رنگ و نسل ہر طبقہ کے لوگوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور سب نے آپ کو اپنا خیر اندیش تسلیم کیا، آپ کے اس وصف کا کرشمہ تھا کہ

اُن کی آن میں آپ کے یہیں ویسار جاں نثاروں اور فدائیوں کا زبردست سیلاب اُمنڈ پڑا، اور وہ لوگ جو رحمۃ للعالمین کے خون کے پیاسے تھے آپ پر جان ومال سے قربان ہونے لگے، اس حقیقت کے متعلق جسے کچھ شک ہو تاریخ اسلام کا پہلا ہی صفحہ دیکھ لے۔

اوپر کی سطروں سے یہ حقیقت روشن ہوگئی ہوگی کہ آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کی چھوٹی سی جماعت جو مشن لے کر اٹھی تھی اس کی کامیابی کا گراُن کی خیر اندیشی اور حسن سلوک ہی تھا.... اب دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر عالم سے پہلے جو انبیاء کرام تشریف لائے تھے ان میں یہ پاک جذبہ کس حد تک تھا۔

انبیاء کرام سراپا نصح تھے

قرآن پاک میں بیشمار مقامات پر پیغمبروں کی سیرت اجمالاً وتفصیلاً بیان کی گئی ہے اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "خیر اندیشی" ہر پیغمبر کی طغرائے امتیاز رہی ہے۔ اسی جرم میں بہتوں کو ہدف مطاعن بنایا گیا، ساحر ومجنون کہا گیا، آوازے کسے گئے، بیوقوف بنائے گئے، لیکن اس پر بھی ان کی خیر اندیشی کا جذبہ ذرا بھی مدھم نہ پڑتا۔ ملاحظہ ہو:-

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي

اور قوم عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا اُنھوں نے کہا خدا ہی کی پوجا کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تمہیں ڈر نہیں؟ قوم کے سرداروں نے کہا کہ ہم تو تم کو بیوقوف اور جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ہود نے کہا مجھ میں حمق نہیں ہے بلکہ میں پروردگار عالم کا فرستادہ ہوں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ کیا تم اس بات پر متعجب ہو کہ تم ہی میں کے ایک شخص کی معرفت تمہارے پروردگار کا ارشاد تم تک پہنچا تاکہ وہ تم کو ڈرائے اور یاد کرو جب اُس نے تم کو قوم نوح کے بعد جانشین بنایا، اور تن وتوش کا پھیلاؤ